قائداعظم محمد علی جناح اور آج کا پاکستان

ڈاکٹر شاہد حسن رضوی*

Quaid's vision which in the first attempt helped Muslims of the Subcontinent in carving out coveted homeland on the map of the world. His vision is equally helpful even today to make the country strong and stable in the comity of nations. In the face of today's internal and external challenges to the country, it is high time to consult and retrieve Quaid's vision in order to get rid of these problems. The article in hand presents an overview of Quaid's vision and suggests measures to apply the vision for materializing the nation's dreams which have gone unaddressed in the last six decades or so.

عظیم رہنما وہ نہیں ہوتا جو تاریخ کے ایک خاص دور میں اپنی قوم کو رہنمائی مہیا کرتا ہے اور پھر مقاصد کے حصول کے بعد وہ اپنے فرائض منصبی سے لاتعلق ہو جائے یا اُس کی عظمت کا سورج رفتہ رفتہ تاریخ کے کسی دور افتادہ افق میں غروب ہو جائے یہ حقیقت ہے کہ جب کسی قوم کی تاریخ کے کسی دور پر مایوسی اور نا امیدی کے بادل گھٹا ٹوپ اندھیرے کی طرح چھا جاتے ہیں تو اس قوم میں قدرت ایک مرد دانا کو مبعوث کر دیتی ہے جو نباضِ وقت، یقین محکم کی تصویر مجسم اور نصب العین کو حق الیقین کی استقامت کے ساتھ دیکھنے اور پرکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ باالفاظ دیگر جس کا اپنی ذات پر اعتماد اور اپنے فرائض پر یقین کامل ایک لافانی کارنامے کی مضبوط اور مربوط اساس بن جاتا ہے۔[1]

اگر ایک عظیم قائد، کسی تحریک آزادی کی قیادت کررہا ہو تو حصول منزل کے بعد اس کا کردار ختم نہیں ہو جاتا بلکہ حصول منزل سے بڑھ کر استقرار منزل اورتحفیظ آزادی ہے۔ تحریک پاکستان کے قائدحضرت قائداعظمؒ محمد علی جناح کی شخصیت کی یہ خوبی انہیں کئی بین الاقوامی رہنمائے آزادی سے

* ایسوسی ایٹ پروفیسر،شعبہ تاریخ ومطالعہ پاکستان، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور۔

ممتاز کرتی ہے کہ انہوں نے نہ صرف حصول پاکستان کی منزل کو یقینی بنایا بلکہ اپنی روز افزوں بصیرت اور اپنے لافانی کردار کی روشنی سے مسلمانوں کی نہ صرف آزادی کو یقینی بناتے ہوئے بلکہ اپنے پیچھے اپنے اقوال زریں کا ایک عظیم اور انمول خزانہ چھوڑ گئے جس کی مدد سے قوم ہردور میں ہر کڑے وقت میں رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔ قائداعظمؒ کی ذات بلاشبہ ایک ایسی شمع فروزاں تھی کہ جس کی روشنی میں قوم آج بھی اپنے گوناگوں مسائل کا حل تلاش کر سکتی ہے۔ قوموں کی جدوجہد کی تاریخ میں مرد دانا کا کام اپنی قوم کی اصل خواہشات اور امنگوں کو نمایاں صورت میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ قوم کے لیے اپنے رہنما کے الفاظ اور اعمال خود اپنے خواب کی عملی تعبیر ہوتے ہیں۔ رہنماء کے ہر لفظ اور ہر فعل میں اسے اپنی امنگوں اور خواہشات کے عکس نظر آتے ہیں۔ قائداعظمؒ اور مسلمان قوم کے درمیان یہی مربوط تعلق تھا، جس نے قوم کی کڑی آزمائش کے وقت اس کا شیرازہ منتشر نہ ہونے دیا۔۲

آج قائدؒ کی وفات کو کم و بیش چونسٹھ برس ہونے کو ہیں مگر اُن کی فکر آج بھی روز اوّل کی طرح زندہ و تابندہ اور قابل تقلید ہے۔ ان کی لازوال و باکمال بصیرت نے مستقبل بعید کی آزمائشوں اور ہولناکیوں کو بہت پہلے محسوس کر لیا تھا۔اُن کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں کہ آئندہ مشرقی بنگال، وزیرستان اور افغانستان کے حالات کیا رُخ اختیار کرنے والے ہیں۔انہیں اندازہ تھا کہ آئندہ وطن عزیز میں دہشت گردی کا عفریت کس طرح بے لگام ہوتا چلا جائے گا۔ وہ دیکھ سکتے تھے کہ یہاں جمہوریت اور آمریت کی آنکھ مچولی کس طرح ملک کو شاہراہ ترقی سے اتار کر تنزلی کی طرف گامزن کر دے گی۔ اُن کے علم میں تھا کہ اس ملک کی نا اہل قیادت، غریب عوام کے لیے کس طرح کے مسائل کھڑے کر دے گی۔ جہاں خون سستا اور انصاف مہنگا ہوتا چلا جائے گا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ کوئی بھی حادثہ اچانک رونما نہیں ہوا کرتا ۔آج اگر وزیرستان ایک رستا ناسور بن چکا ہے تو اس کے پس منظر میں بھی کئی تلخ تاریخی حقائق ہیں۔ ۱۹۴۶ء کی بات ہے کہ جب وزیرستان کے قبائلی علاقوں پر برطانوی طیاروں نے بمباری کر کے سینکڑوں معصوم قبائلی نوجوانوں، بوڑھوں، خواتین اور بچوں کے خون سے ہولی کھیلی اور نظام زندگی کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ قائداعظمؒ اس ظلم عظیم پر خاموش نہ رہ سکے اور اس مسئلے کو اسمبلی میں اٹھایا۔ اس سلسلے میں مولوی تمیز الدین خان کی وساطت سے ۲۸ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ایک قرارداد مذمت بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی

لیکن قائداعظمؒ کے بھرپور استدلال کے باوجود اس کو ہندو انگریز گٹھ جوڑ کی وجہ سے مسترد کر دیا گیا۔[۳]

اگرچہ یہ قرارداد منظور نہ ہوسکی تاہم اس سے یہ اندازہ باآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ قائداعظمؒ کی نظروں میں ان قبائلی علاقوں کی کتنی وقعت اور اہمیت تھی۔ یہ وہی قائدؒ تھے جنھوں نے قبائلی علاقوں کو پاکستان کا بازوئے شمشیر (The Fighting Arm) قرار دیا، کشمیر کو شہ رگ قرار دیا، دہشت گردی، علاقائیت ،لسانیت، صوبائیت اور ہمہ قسم تعصب کو قابل نفرتیں قرار دیا۔ انہوں نے مملکت سے مراد ایک ایسا تصور آزادی لیا جہاں لوگ ایک آزاد فضا میں سانس لے سکیں اور جہاں وہ اپنی بصیرت اور ثقافت کے دم قدم جی سکیں اور اسلامی، سماجی انصاف کے اُصولوں کو روبہ عمل لا سکیں۔اُن کے بقول:

> The idea was that we should have a state in which we could live and breath as free men and which we could develop according to our own religions and culture and where principles of Islamic social justice could find free-play.[۴]

قائد اعظم محمد علی جناحؒ کے پیشِ نظر ایک آزاد اور خودمختار اسلامی مملکت کا خاکہ واضح تھا، ایک ایسی مملکت جہاں نہ صرف سماجی انصاف کا حصول ممکن بنایا گیا تھا بلکہ جو جملہ معاشرتی برائیوں سے مبراء اور منزہ ریاست تھی۔ پاکستان کے بنانے کا مقصد تبھی پورا ہوسکتا تھا جب اس منزل کی طرف ایک واضح منصوبہ کے ساتھ آگے بڑھا جاتا اور یقیناً تاریخ نے مسلمان قوم کو ایک کڑی آزمائش کی دھوپ میں لا کھڑا کیا تھا۔ دشمنوں نے ایک کمزور ریاست کو مزید کمزور کر کے ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی مگر یہ بانی پاکستان کی ہمت اور فراست تھی کہ ہر لحاظ سے اجڑی اور لٹی پٹی قوم کو ایک نئے ولولے اور حوصلے سے آشنا کیا۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ۱۹۴۷ء اور آج کے معاشرتی انتشار میں کوئی خاص فرق نہیں ۔سوائے اس کے کہ آج ہمارے پاس آگے بڑھنے اور تحفظ کے لیے وسائل موجود ہیں اور ۱۹۴۷ء میں ہم بے سروسامان اور خانماں برباد تھے۔

جہاں تک دشمنوں کے گھیراؤ کا تعلق ہے تو آج پاکستان یقیناً سخت حالات اور زیادہ اندرونی خلفشار کا شکار ہے۔ شاید ایسے ہی قسم کے حالات کی عکاسی قائداعظمؒ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے:

The grave political issues cannot be settled by the cult of the knife, nor by gangsterism. There are parties and parties, but differences between them could not be resolved by attacks on party leaders. Nor could political views be altered by threats of violence. The issues involved were too grave to warrant change from the course they had chalked out, and which they meant to persue.[۵]

اور یقیناً سیاسی مسائل کا حل بزورِ سنگین اور طاقت کے استعمال سے نہیں نکل سکتا تھا، اور نہ ہی مختلف گروہوں اور پارٹیوں کے آپس کے اختلافات کا حل جبروتشدد (Violence) کا متقاضی ہو سکتا تھا، کیونکہ بعض اوقات مسائل کی سنگینی ایک مختلف طرزِ عمل کا تقاضا کرتی ہے۔ قائداعظمؒ کی مضبوطی کردار دیکھئے کہ انہوں نے اپنے سیاسی کیریئر کے کسی موڑ پر بھی جبروتشدد کا سہارا نہیں لیا اور نہ ہی کبھی اس کی حمایت کی۔ حتیٰ کہ ۱۹۲۰ء میں جب گاندھی نے عدم تعاون کے پرامن پروگرام کا اعلان کیا تو قائداعظمؒ نے اس کے پس پردہ جبروتشدد کے آثار فوراً محسوس کرتے ہوئے اس سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا۔ اور جب تین سال بعد گاندھی نے تحریک عدم تعاون کے خاتمے کا اعلان کیا تو تسلیم کیا کہ اُس سے یقیناً ہمالیہ پہاڑ جیسی غلطی (Himalayan Miscalculation) سرزد ہوئی تھی۔[۶]

اور آج صورتحال یہ ہے کہ ہمیں ہر شعبہ ہائے زندگی میں بے انصافی، عدم برداشت اور تشدد کا سامنا ہے۔ معاصر ڈان کی ۲۳ مارچ ۲۰۰۹ء اشاعت کے مطابق:

آج پاکستان مختلف سطحوں پر تقسیم نظر آتا ہے۔ صوبائی خود مختاری کے مطالبے سے مسلسل انکار نے نسلی خطوط پر افتراق و اختلاف کی فضا پیدا کردی ہے۔ سماجی سطح پر امیر، امیر سے امیر تر، اور غریب، غریب سے غریب تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ جس کا منطقی نتیجہ ہے کہ متوسط طبقہ تیزی سے ناپید ہوتا چلا جا رہا ہے۔ مذہبی برداشت اور رواداری کا گراف صفر سے بھی نیچے چلا گیا ہے۔ مختلف مذہبی فرقوں اور مسالک کے درمیان تعلقات میں کشیدگی اس درجہ خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے کہ اب اختلافات کا واحد حل کلاشنکوف کے بے دریغ اور بے محابا استعمال سے ہی نکالا جا تا ہے۔

بلوچستان میں افراتفری اپنے عروج پر ہے۔ قبائلی علاقوں میں لاقانونیت کا راج ہے۔ شہری سندھ میں قبضہ گروپوں کو خوش کئے بغیر حکومتی رٹ قائم نہیں ہوسکتی۔ جب کہ دیہی سندھ میں ڈاکو راج ہی حکومتی راج ہے۔ پنجاب میں چالیس کے قریب مسلح لشکر موجود ہیں جن میں سے اکثریت فرقہ وارانہ قتل و غارت میں ملوث ہیں۔[۷]

یہ ایسی صورتحال ہے جو آٹھویں صدی عیسوی میں سندھ پر محمد بن قاسم کے حملے کا سبب بنی تھی اور بعینیہ یہ معاشرتی انتشار اور خلفشار آج بھی بیرونی قوتوں کو دعوت دے رہا ہے۔ آج جبکہ جبروتشدد، مذہبی عدم رواداری، فرقہ وارانہ اور نسلی منافرت، علاقائیت و صوبائیت اپنے عروج پر ہیں۔ اندرونی خلفشار رفتہ رفتہ بڑھ رہا ہے۔ حالات کا تقاضا ہے۔ کہ ہم فرامین قائد ؒ کو ایک بار پھر مشعل راہ بنائیں جس طرح ہم نے تاریخ کے کڑے ادوار میں اس لافانی فہم و فراست کو بروئے کار لا کر کامیابی حاصل کی تھی۔ بقول قائد ؒ:

> Search your hearts and see whether you have done your part in the construction of this new and mighty state.... We are going through fire: The sunshine has yet to come, but I have no doubt that with unity, faith and discipline we will not only remain the fifth largest state in the world but will compare with any nation of the World. Are you prepared to undergo the fire? You must make up your mind now. We must sink individualism and petty jealousies and make up our minds to serve the people with honesty and faithfullness. We are passing through a period of fear, danger and menace. We must have faith, unity and discipline.[۸]

مگر مقام افسوس ہے کہ ہم نے ایمان کو خوف سے بدل دیا، اتحاد کو خطرے سے اور تنظیم کو خلفشار میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے قومی مقاصد کی قائد ؒ نے ان الفاظ میں وضاحت کی:

> You must learn to distinguish between your love for your Province and your love and duty to the State as a whole. Our duty to the State takes us a stage beyond the provincialism, it demands a broader sense of vision and a greater sense of patriotism. Our duty to the state often demands that we must be ready to submerge our individual or provincial interests into the common cause for common good. Our duty to the State comes first, our duty to our province, our district, to our town and to our village and ourselves comes next.[۹]

قائداعظمؒ کے خیال میں قوم نے خاک وخون کا دریا عبور کر کے جو ملک حاصل کیا تھا اور اس کے لئے جو لازوال اور عظیم قربانیاں دی تھیں۔ اُن کا تقاضا تھا کہ وقتی مفادات کی خاطر دشمنوں کو موقع نہ فراہم کیا جائے کہ وہ اپنے گھناؤنے عزائم کی تکمیل کر سکیں۔ اُن کے خیال میں حالات پر قناعت اختیار کر کے یا محض رودھو کر چپ ہو جانا بھی دشمنوں کے منصوبے کے عین مطابق تھا۔ انہوں نے قوم کو ہمیشہ حرکت و عمل کی ترغیب و تعلیم دی۔ دشمن کے عزائم کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ اپنے جوش و جذبہ کو ماند نہ پڑنے دیا جائے اور مملکت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا جائے اور اس کے لیے ضروری تھا کہ کام،کام اور صرف کام ہی کو جزو جان بنالیا جائے۔[۱۰] ایک موقع پر قائداعظم نے ہمت بڑھاتے ہوئے کہا:

> Do not be overwhelmed by the enormity of the task. There are many an example in history of young nations building themselves up by sheer determination and force of character. You are made of sterling material and are second to none. Why should you also not succeed like many others, like your own forefathers? You have only to develop the spirit of the "Mujahids". You are a nation whose history is replete with people of wonderful gift of character and heroism.[۱۱]

انہوں نے ہر مسلمان پر زور دیا کہ وہ پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے آگے بڑھے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جبروتشدد کے راستے کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دے۔کیونکہ جبروتشدد اور لاقانونیت کا نتیجہ بالآخر ریاستی ڈھانچے کی تباہی کی صورت میں نکلے گا۔ اور اُن تمام برسوں کی محنت اکارت جائے گی جس کے لیے قوم نے دن رات ایک کیا تھا۔[۱۲]

انہوں نے مسلمان قوم بالخصوص نوجوانانِ وطن سے اپیل کی کہ:

> We have to build up the character of our future generation which means highest sense of honour, integrity, selfless service to the nation, and sense of responsibility, and we have to see that they are fully qualified and equipped to play their part in the various branches of economic life in a manner which will do honour to Pakistan.[۱۳]

قائداعظمؒ نے جہاں نوجوانانِ ملت کو ایک طرف کردار سازی اور قومی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی تلقین کی ۔ وہیں انہوں نے ملکی دفاع کی طرف بھی توجہ دی اُن کے بقول پاکستان کو تمام خطرات وخدشات کا سامنا کرنے کے لیے لازمی طور پر تیار رہنا چاہیے۔ کمزور اور دفاع کے قابل نہ ہونا یقیناً دوسروں کو جارحیت (Aggression) کی دعوت دینا ہے۔ ہم علاقائی امن کے لیے بہتر طور پر صرف اسی صورت میں کام کر سکتے ہیں جب ہم اُن طاقتوں کے ذہن سے جارحیت کا ارادہ کھرچ پھینکیں۔[۱۴] جنہیں یہ زعم ہو چلا ہے کہ ہم کمزور ہیں اور ہمیں آسانی سے دبایا جا سکتا ہے اور دشمن کا یہ زعم صرف اسی صورت کچلا جا سکتا ہے کہ ہم انہیں بتا دیں کہ ہم میں مقابلہ اور دفاع کی قوت اور طاقت بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور ان میں حملہ کرنے کی ہمت نہ ہو۔ ایسا صرف اُسی صورت ممکن ہے کہ ہم جنگی تیاریوں اور دفاع کی طرف بھر پور توجہ دیں اور ہم اپنی ریاستی طور پر عہد طفولیت میں نہیں لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نصرت ساتھ رہی تو انشاء اللہ ہم ایک بھر پور اور توانا قوم کی صورت ابھریں گے۔

۱۵راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان براڈ کاسٹنگ سروس کے افتتاح کے موقع پر قوم کے نام ایک پیغام میں آپؒ نے فرمایا:

> Our object should be peace within and peace without. We want to live peacefully and maintain cordial and friendly relations with our immediate neighbours and the world at large. We have no aggressive designs against any one. We stand by the United Nations Charter and will gladly make our full contribution to the peace and prosperity of the world.[۱۵]

ملکی انتشار کا علاج قائدؒ کے خیال میں جلد از جلد فراہمی انصاف اور مکمل انصاف فراہم کر کے ہی کیا جاسکتا ہے۔

> You should try to create an atmosphere and work in such a spirit that everybody gets a fair deal, and justice is done to everybody. And not merely should justice be done but people should feel that justice has been done to them.[۱۶]

شہریوں کے حقوق و فرائض کے تعین اور ضمن میں خواتین اور اقلیتوں کے کردار کی حساسیت اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی بھی معاشرے میں ان سے ترجیحی بنیادوں پر سلوک کیا جاتا ہے اور ہمہ پہلو قومی ترقی میں ان کے کردار کو فعال بنایا جاتا ہے۔ قائداعظم بھی ان ہر دو طبقات کی بھرپور معاشرتی فعالیت اور معاشی ترقی میں ان کے نمائندہ کردار کے خواہاں تھے اور یہی وجہ ہے کہ تحریک پاکستان کے آخری سالوں میں انہوں نے نہ صرف خواتین کو متحرک کیا بلکہ اقلیتوں کو مملکت پاکستان میں نمایاں کردار دینے کے لیے یقین دہانی کرائی۔ سماجی اور قومی زندگی میں خواتین کے کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے بابائے قوم نے فرمایا:

> In the great task of building the nation and to maintain its solidarity, women have a most valuable part to play. They are the prime architects of the character of the youth who constitute the backbone of the state. I know that in the long struggle for the achievement of Pakistan, Muslim women have stood solidly behind their men. In the bigger struggle for the building up of Pakistan that now lies ahead, let it not be said that the women of Pakistan had lagged behind or failed in their duty.[۱۷]

جہاں تک اقلیتوں کا تعلق ہے تو قائداعظم نے بلا تفریق مذہب و ملت تمام مذہبی اقلیتوں کو ہر وہ یقین دہانی کرائی جو انہیں ملکی و قومی دھارے میں فعال کردار ادا کرنے کی ضمانت فراہم کر سکتی تھی۔ یہاں ان کے قانون ساز اسمبلی کے افتتاحی اجلاس سے خطاب ۱۱ راگست ۱۹۴۷ء کا حوالہ دینا بے جا نہ ہوگا جس میں انہوں نے اقلیتوں کو مساوی حقوق کے حامل ملکی شہری قرار دیا۔

> You are free, you are free to go to your temples, you are free to go to your mosques or to any other place of worship in the State of Pakistan. You may belong to any religion or caste or creed- this has nothing to do with the business of the State...."[۱۸]

اگرچہ یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ قائداعظم نے غیر مسلم اقلیتوں کو ایسی یقین دہانی کرائی تھی۔ قیام پاکستان سے کافی عرصہ پہلے سے انہوں نے متعدد مواقع پر اقلیتوں سے مجوزہ ریاست پاکستان میں فیاضانہ سلوک روا رکھے جانے کا تذکرہ کیا۔ نومبر ۱۹۴۱ء میں انہوں نے فرمایا کہ:

> Islam stands for justice, equality, fair-play, toleration and

> even generosity to non-Mulims who may be under our protection.[۱۹]

اسی طرح نومبر۱۹۴۲ء میں انہوں نے غیر مسلم اقلیتوں کے متعلق اپنے سابقہ مؤقف کی ان الفاظ میں تائید کی:

> Their rights would be fully safe-guarded according to the injunctions from the highest authority, namely the Quran, that a minority must be treated justly.[۲۰]

قائداعظم کے فرامین میں ہندو، سکھ، پارسی اورعیسائی اقلیتوں کے مملکت خداد پاکستان میں کردار و اہمیت کا خصوصیت سے تذکرہ کیا گیا ہے[۲۱] اور یہی وجہ ہے کہ ان کی کابینہ میں وزارتِ قانون جوگندر ناتھ منڈل کو جن کا تعلق ہندو اقلیت سے تھا، اہم جگہ دی گئی۔ آج بھی ضرورت اس امر کی ہے کہ دنیا میں پاکستان کے خوشگوار اور لطیف تصور (Soft image) کو ابھارنے کے لیے تمام طبقہ ہائے فکر کو مساوی حقوق اور سماجی و معاشی انصاف فراہم کیا جائے۔

اور اسی تناظر میں اگر قائد اعظمؒ کے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کے خطاب کا تجزیہ کیا جائے تو یہ بذات خود ایک اسلامی فلاحی ریاست کے نمایاں خدوخال کو واضح کرتی دکھائی دیتی ہے۔ اس خطاب نے نہ صرف یہ کہ سماجی اور اخلاقی برائیوں کی نشاندہی کی جو قوم کولاحق تھیں یا مستقبل قریب میں ان سے سابقہ پڑ سکتا تھا بلکہ وطن عزیز کے باشندوں کے حقوق و فرائض کو بھی بطریق احسن واضح کیا۔ اگر قائد کے صرف اسی خطاب کو مشعلِ راہ بنا لیا جاتا تو آج ملک ان گوناگوں مسائل کا شکار نہ ہوتا:

> ... If we want to make this great state of Pakistan happy and prosperous we should wholly and solely concentrate on the well-being of the people, and especially of the masses and the poor. If you will work in cooperation, forgetting the past, burying the hatchet, you are bound to succeed. If you change your past and work together in a spirit that everyone of you, no matter to what community he belongs, no matter what relations he had with you in the past, no matter what is his colour, caste or creed, is first, second and last a citizen of this state with equal rights, privileges and obligations, there will be no end to the programme you will make.[۲۱]

اور یقیناً یہی وہ معیار ہے جس پر زندہ قومیں ترقی کیا کرتی ہیں اور کرسکتی ہیں۔ یعنی عوام الناس کے حقوق کا تحفظ اور فرائض کی بجاآوری کا گہرا احساس، لیکن آج ہم قائداعظم کے فرامین، اصول ہائے حکمرانی اور بصیرت (vision) سے حد درجہ منحرف ہو چکے ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطحوں پر ہمیں من حیث القوم انتشار کا سامنا ہے۔ آج صورتحال یہ ہے کہ کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں منصوبہ بندی کا نام و نشان نہیں اور نتیجتاً ہمارے قومی ادارے روبہ زوال ہیں۔ ملکی وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کے باعث آج ہماری معیشت افراط و تفریط کا شکار ہے۔ زرعی اور صنعتی دونوں بڑے شعبے تنزل کا شکار ہیں اور بین الاقوامی منڈیوں میں ہمارا برآمدی حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ خارجی سطح پر ہماری قومی ساکھ بڑی حد تک مجروح ہو چکی ہے اور داخلی سطح پر مسائل کاانبوہِ کثیر ہے۔ رہی سہی کسر دہشت گردی، فرقہ ورانہ منافرت اور علاقائیت، نسل پرستی اور صوبائیت نے نکال دی ہے۔ اندرونی خلفشار روز افزوں سنگین سے سنگین تر ہوتا جا رہا ہے۔ صوبوں میں نفرتیں اور دوریاں بڑھ رہی ہیں۔ عوام انصاف کو ترس رہے ہیں۔ انصاف کے حصول کے لیے جہاں ایک طرف وسائل درکار ہیں وہاں انصاف کے حصول کا عمل پیچیدہ، پُرسقم اور تاخیری ہے۔ تعلیم اور صحت جیسے بنیادی شعبے مجرمانہ حد تک نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔ تعلیم اور ترقی کو مذاق بنا کر رکھ دیا ہے۔ قوم ایک بے جہت اور بے لگام ہجوم میں تبدیل ہو چکی ہے اور ہم سفر معکوس میں ہیں۔ عمل کی جگہ بے عملی، امن کی جگہ خلفشاری، اسلام کی بجائے لادینیت ہمار ا مقدر بن چکی ہے۔ علمائے دین ہی دین کے راہزن بن چکے ہیں۔ بکریوں کے ریوڑ کی رکھوالی بھیڑیوں کے ذمہ ڈال دی گئی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ہماری تجارت بھی گئے دنوں کی بات ہوگئی ہے اور ساکھ اور وقار بھی مجروح ہوچکا ہے۔ ہم نے قائداعظمؒ کے جسد خاکی کے ساتھ ہی اُن کے افعال و اقوال کو بھی زندہ دفن کر دیا ہے اور اگر بھولے سے ہمیں کوئی ہمارے ماضی کی کرن دکھائی دے بھی جائے تو ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اگرچہ قائداعظمؒ نے آج کے پاکستان کا خواب ہرگز نہیں دیکھا تھا۔ تاہم ابھی بھی وقت ہے کہ ہم یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کے زریں اصولوں ،ایمان، یقین، اتحاد اورنظم و ضبط کی روشنی کو بروئے کار لا کر پاکستان کو قائد اعظمؒ کے تصور، خواب اور بصیرت کے مطابق ڈھال سکتے ہیں۔ ایک ایسا پاکستان جس میں معاشرتی برائیاں ازقسم اسمگلنگ، رشوت، بدعنوانی اور سفارش جگہ نہ پائیں۔ ایک ایسا پاکستان جس میں مذہبی

رواداری، محبت فاتح عالم کی عملی تصویر ہو، ایک ایسا پاکستان جس میں سیاست اور جمہوریت ہی قابل فخر قدریں ہوں۔ ایک ایسا پاکستان جس میں آمریت اور شخصی انانیت ایک قابل نفرین چیز ہوں تو یقیناً ہم ترقی کی شاہراہ پر ایک بار پھر گامزن ہوسکتے ہیں اور جن مقاصد زریں کے حصول کے لیے اس خطہ ارضی کے لیے جدوجہد کی گئی تھی وہ بدرجہ اتم پورے ہوں گے۔ اور یاد رکھیے شہیدوں کے خون سے غداری کرنے والی قوم، صفحہ ہستی سے مٹ جایا کرتی ہے اور یہ تقدیر کے قاضی کا ازل سے طے شدہ فیصلہ ہے۔

حوالہ جات

۱- جی الانا، *ایک قوم کی سرگزشت*، (مترجم رئیس امروہوی)، لاہور فیروز سنز، ۱۹۷۶ء، تیسرا ایڈیشن، ص ۷۔

۲- ایضاً۔

3. Waheed Ahmed, (ed.), *Quaid-i-Azam Muhammad Ali Jinnah Speeches: Indian Legislative Assembly 1935-1947,* Karachi: Quaid-i-Azam Academy, 1991, p. 553.

4. Quaid's Vision of Pakistan as Reflected in his Speeches included in Brig (R) Mumtaz Hussain, *Let Us Have Mercy on Pakistan* , Book Published by the author, Chaklala, Rawalpindi, 2008, pp. 313.

۵- اس بیان کا پس منظر دراصل قائداعظم پر ۲۶ جولائی ۱۹۴۳ء پر کیا جانے والا قاتلانہ حملہ تھا۔ جس میں آپ کے جبڑے اور کلائی پر خنجر کے زخم بھی آئے تھے۔ مگر مجموعی طور پر آپ محفوظ رہے اکتوبر ۱۹۴۳ء میں عید کے موقعہ پر آپ نے مسائل کو بنوک سنگین حل کرنے کے تصور کو سختی سے رد کر دیا۔

(Syed Sharifuddin Pirzada,"Quaid-i-Azam's Views on Terrorism and Liberation Movements," *Pakistan Journal of History and Culture,* Vol.XXV, July-December 2004, issue No.2, Islamabad: NIHCR, pp. 3-4.

۶- ایضاً، ص ۳۔

۷- ڈان (انگریزی)، کراچی، ۲۳ مارچ ۲۰۰۹ء، قرارداد پاکستان ایڈیشن، ص ص ۴-۵۔

8. Sharifuddin Pirzada, *op.cit.*, p. 6.

۹- 12 اپریل 1948ء کو طلباء کی طرف سے دیے گئے استقبالیے کے جواب میں قائداعظم کا فکر انگیز خطاب۔

10. Mumtaz Hussain (2008), *op.cit.*, p. 314.

11. Quaid-i-Azam's Speech at the University Stadium, Lahore on 30th October, 1947.

12. Mumtaz Hussain (2008), *op.cit.*, p. 320.

13. Quaid-i-Azam Message to the All Pakistan Educational Conference,

Karachi, on 27th November, 1947.

14. Quaid-i-Azam Address to the Establishment of HMPS "Dilawar" on 23rd January, 1948.
15. *Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah Speeches and Statements as Governor General of Pakistan, 1947-48,* Islamabad: Government of Pakistan, 1989, p.55
16. Quaid's talk to Civil Officers at Peshawar on 14th of April 1948.
17. Sheila McDonough, *Mohammad Ali Jinnah, Maker of Modern Pakistan,* NY: D.C.Heath & Co., 1970, p. 17.
18. Quaid's Address to the Constituent Assembly of Pakistan on 11th August, 1947.
19. Quoted in S. H. Mirza, "Quaid and Pakistan" in Pakistan Vision, Quaid-i-Azam Number, Lahore: *Pakistan Study Centre*, Punjab University, 2001, p. 68.
20. Ibid, p. 69.

۲۱- اس ضمن میں مزید تفصیل کیلئے قائداعظم کی نیو دلی کانفرنس ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء، تقریر ریڈیو پاکستان لاہور ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء، پارسی کمیونٹی سے خطاب ۳ فروری ۱۹۴۸ء، قائداعظم کی ہندو اراکین اسمبلی مشرقی پاکستان سے ملاقات ۲۲ مارچ ۱۹۴۸ء کو پیش نظر رکھیں تو قائداعظم کی غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ روابط و تعلقات اور اُن کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کے حوالے سے ایک واضح تصویر ابھرتی ہے۔